ALLAMA IQBAL OPEN UNIVERSITY

USMAN NOTES
www.usmannotes.com

Name:

Registration No.:

Course Code: 473

Program:

Semester: Autumn 2026

ISLAMABAD ,ALLAMA IQBAL OPEN UNIVERSITY

Associate Degree / .A.B :leveL • (473)Hadith -Al :Course

2026Autumn :Semester

2 .Assignment No

50Associate Degree ,40 .A.B :skraM gnissaP ، 100 :Total Marks

SOLVED ASSIGNMENT GUIDE

(Reference & For Study)

understand ,Students are advised to read the relevant course book .This guide is prepared for study and reference purposes :Note t allowed Copying this guide word for word is no .and write the assignment in their own words ,the ahadith and their meanings .and will not help in the examination

نوٹ: یہ حل شدہ گائیڈ صرف مطالعے اور حوالے کے لیے تیار کی گئی ہے۔ طلبہ سے گزارش ہے کہ وہ نصابی کتاب اور احادیث کا مطالعہ کر کے مشق اپنے الفاظ میں تحریر کریں، کیونکہ ہو بہو نقل کرنا ممنوع ہے اور امتحان میں بھی کارآمد نہیں ہوتا۔

سوال نمبر 1: نجاست سے کیا مراد ہے؟ حدیث کی روشنی میں نجاست سے پاک ہونے کے مختلف طریقے تحریر کریں (20 نمبر)

سوال: نجاست سے کیا مراد ہے؟ حدیث کی روشنی میں نجاست سے پاک ہونے کے مختلف طریقے تحریر کریں۔

تعارف

اسلام نے طہارت کو ایمان کا نصف قرار دیا ہے اور طہارت کا مطلب ہی نجاست سے پاک ہونا ہے۔ نماز جیسی عظیم عبادت کی قبولیت کے لیے بدن، لباس اور جگہ کا نجاست سے پاک ہونا شرعاً ضروری ہے، اس لیے نجاست کی پہچان اور اس سے پاک ہونے کے طریقے جاننا ہر مسلمان کے لیے ضروری علم میں شامل ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے قول و عمل سے نجاست کی اقسام بھی بتائیں اور ان کے ازالے کے آسان عملی طریقے بھی سکھائے، جن میں نرمی، آسانی اور انسانی فطرت کا پورا لحاظ ملحوظ ہے۔

اس سوال کے دو حصے ہیں: پہلے نجاست کا مفہوم اور اس کی اقسام بیان کی جائیں گی، پھر احادیث کی روشنی میں نجاست دور کرنے کے مختلف طریقے مثلاً پانی سے دھونا، مٹی سے رگڑنا، زمین کا خود خشک ہونا اور استنجا وغیرہ تفصیل سے تحریر کیے جائیں گے۔ اسلامی فقہ کی کتابوں کا بھی یہی کتاب الطہارۃ ہوتا ہے جس میں یہی مباحث ترتیب سے ملتے ہیں۔

نجاست کا مفہوم اور اس کی اقسام

نجاست کا لغوی معنی گندگی اور ناپاکی ہے، اور شرعی اصطلاح میں نجاست سے مراد ہر وہ گندی چیز ہے جس کا دور کرنا شریعت نے لازم قرار دیا ہو اور جو نماز کی صحت میں رکاوٹ بنتی ہو، جیسے پیشاب، پاخانہ، خون، شراب، مردار اور خنزیر وغیرہ۔ فقہاء نے نجاست کو اس کی شدت و خفت کے اعتبار سے دو بڑی اقسام میں تقسیم کیا ہے: نجاست غلیظہ، یعنی بھاری ناپاکی، جیسے انسان کا پیشاب و پاخانہ، بہتا ہوا خون، شراب اور مردار جانور کا گوشت وغیرہ؛ اور نجاست خفیفہ، یعنی ہلکی ناپاکی، جیسے حلال جانوروں کا پیشاب یا پرندوں کی بیٹ وغیرہ۔ اس تقسیم کا عملی فائدہ یہ ہے کہ مقدار اور معافی کے احکام دونوں میں فرق رکھا گیا ہے، جس میں امت کے لیے سہولت مقصود ہے۔

احادیث سے نجاست کی مزید کئی صورتوں کی تفصیل بھی ملتی ہے۔ کتے کا لعاب نجس قرار دیا گیا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کتا تم میں سے کسی کے برتن میں منہ ڈال دے تو اس کی طہارت یہ ہے کہ اسے سات مرتبہ دھوئے۔ اسی طرح مذی کے بارے میں حکم ہے کہ اس کے لگنے سے کپڑے کا وہ حصہ دھو لیا جائے اور وضو کر لیا جائے، اور منی کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے کپڑے سے منی کو کھرچ دیا کرتی تھیں اور آپ ﷺ اسی کپڑے میں نماز پڑھ لیتے

تھے، جب کہ تر منی لگی ہو تو اس حصے کو دھو لینے کی روایات بھی موجود ہیں۔ حائضہ عورت کے کپڑے پر لگے خون کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے کھرچ کر پانی سے دھو لیا جائے پھر اس میں نماز پڑھ لی جائے۔ ان تمام تفصیلات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر نجاست کی نوعیت کے مطابق اس کی تطہیر کا حکم بھی بیان کر دیا گیا ہے۔

جدول: نجاست کی عام صورتیں اور ان کی تطہیر کا طریقہ

نجاست کی صورت	مقام	تطہیر کا نبوی طریقہ
پیشاب	زمین / مسجد کا فرش	ایک ڈول پانی بہا دینا (حدیث اعرابی)
کتے کا منہ لگا برتن	برتن	سات مرتبہ دھونا، ایک مرتبہ مٹی سے مانجھنا
خون	کپڑا	کھرچ کر پانی سے دھو لینا
خشک منی	کپڑا	کھرچ دینا (عمل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا)
گندگی	جوتے کا تلا	زمین پر رگڑ دینا
مردار جانور کی کھال	کھال	دباغت (رنگائی) کر لینا

پانی سے دھونا: تطہیر کا اصل طریقہ

نجاست دور کرنے کا سب سے اصل اور عام طریقہ پانی سے دھونا ہے۔ اس کی سب سے مشہور دلیل صحیح بخاری و صحیح مسلم کی وہ روایت ہے کہ ایک دیہاتی نے مسجد نبوی میں کھڑے ہو کر پیشاب کر دیا۔ لوگ اسے ڈانٹنے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر پانی کا ایک ڈول بہا دو، کیونکہ تم آسانی کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو، تنگی کرنے والے نہیں۔ اس واقعے نے دو بڑے اصول سکھائے: ایک یہ کہ زمین و فرش کی نجاست پانی بہا کر دور کی جاتی ہے، اور دوسرا یہ کہ ناواقف و جاہل کے ساتھ تعلیم و اصلاح کا انداز نرمی کا ہونا چاہیے۔ پانی کی یہ طاقت اس لیے ہے کہ نجاست کا عین و اثر پانی سے زائل ہو جاتا ہے، اسی لیے استنجا بھی پانی سے کرنا افضل ہے۔

کپڑے پر لگی نجاست کے لیے بھی حکم یہی ہے کہ نجس حصے کو دھو لیا جائے؛ تین مرتبہ دھونا اور ہر مرتبہ نچوڑنا فقہاء نے احتیاطاً مقرر کیا ہے تاکہ نجاست کا مکمل ازالہ یقینی ہو جائے۔ کتے کے جھوٹے برتن کے لیے خاص تاکید آئی ہے کہ اسے سات مرتبہ دھویا جائے جن میں سے ایک مرتبہ مٹی سے مانجھنا بھی شامل ہے، جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت

میں "ان میں سے پہلی مرتبہ مٹی کے ساتھ" کے الفاظ ہیں۔ یہ خصوصی حکم طبّی و شرعی حکمت پر مبنی ہے اور بتاتا ہے کہ بعض نجاستوں کی تطہیر میں شدت و احتیاط مطلوب ہوتی ہے۔ برتن، کپڑا، فرش اور جسم، سب کے لیے پانی ہی بنیادی ذریعہ تطہیر ہے۔

دھونے کے علاوہ تطہیر کے دیگر طریقے

احادیث و فقہ سے تطہیر کے کئی اور طریقے بھی ثابت ہیں جن میں پہلا طریقہ زمین خشک ہو جانا ہے۔ زمین پر لگی نجاست اگر دھوپ و ہوا سے سوکھ جائے اور نجاست کا اثر و بو زائل ہو جائے تو فقہاء کی ایک بڑی جماعت کے نزدیک وہ جگہ نماز کے لیے پاک ہو جاتی ہے، کیونکہ زمین کی فطرت یہی ہے کہ وہ نمی جذب کر کے بو ختم کر دیتی ہے؛ البتہ مسجد نبوی کے واقعے میں پانی بہانے کا حکم اس لیے تھا کہ وہاں فوری نماز ہونا تھی اور بدبو کا ازالہ مقصود تھا۔ اسی طرح جوتے یا موزے کے تلے پر لگی نجاست کا زمین پر رگڑنا بھی تطہیر کا طریقہ ہے؛ سنن ابی داؤد میں ہے کہ جب تم میں سے کوئی اپنے جوتے سے گندگی پر قدم رکھ دے تو مٹی اس کے لیے پاک کرنے والی ہے، اور نبی کریم ﷺ جوتوں سمیت نماز پڑھ لیا کرتے تھے بشرطیکہ ان پر نجاست نہ ہو یا رگڑ سے زائل ہو چکی ہو۔

تیسرا طریقہ کھرچنا، جھاڑنا اور مسلنا ہے، جیسے خشک منی کا کپڑے سے کھرچ دینا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے عمل سے ثابت ہے، اور خون کا خشک نشان کھرچ کر دھو دینا حدیث میں وارد ہوا ہے۔ چوتھا طریقہ استحالت یعنی ماہیت کی تبدیلی ہے، مثلاً شراب کا خود بخود سرکہ بن جانا کہ اس صورت میں وہ پاک و حلال ہو جاتا ہے، جیسا کہ روایات میں بہترین سالن سرکے کو قرار دیا گیا ہے۔ پانچواں طریقہ جلانا یا خاک ہو جانا ہے جس میں نجس چیز کی صورت ہی ختم ہو جاتی ہے۔ چھٹا طریقہ جانور کی کھال کو دباغت دینا ہے؛ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کھال کو دباغت یعنی رنگائی کر دی جائے وہ پاک ہو جاتی ہے، اور مردہ بکری کی کھال کے بارے میں فرمایا کہ اسے دباغت دے کر اس سے فائدہ کیوں نہ اٹھایا۔ یہ تمام طریقے اسلام کے اس مزاج کی علامت ہیں کہ طہارت میں بھی وسعت و سہولت رکھی گئی ہے۔

استنجا اور ذاتی صفائی کے نبوی طریقے

نجاست سے پاکی کا روزمرہ تعلق استنجا سے ہے جس کی تعلیم نبی کریم ﷺ نے بڑی تفصیل سے دی۔ آپ ﷺ نے پیشاب سے بچنے کی سخت تاکید فرمائی اور فرمایا کہ پیشاب سے احتیاط کرو، کیونکہ قبر کا اکثر عذاب اسی سبب سے ہوتا ہے۔ اسی طرح استنجا کے لیے کم از کم تین ڈھیلے یا پتھر استعمال کرنے، دائیں ہاتھ سے استنجا نہ کرنے، ہڈی اور گوبر سے استنجا نہ کرنے اور قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کر کے قضائے حاجت نہ کرنے کی تعلیمات احادیث میں موجود ہیں۔ پانی دستیاب ہو تو پانی سے استنجا کرنا افضل و اکمل ہے اور رسول اللہ ﷺ کی سنت سے ثابت ہے، جب کہ پانی نہ ملے تو ڈھیلوں و پتھروں سے صفائی کو بھی قرار دیا گیا ہے۔

ان تمام احکام سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ شریعت نے نجاست سے بچاؤ کو بھی اہم قرار دیا ہے، مثلاً پیشاب کے چھینٹوں سے پرہیز، بچوں و بیماروں کی صفائی کا اہتمام اور مساجد و گھروں کو گندگی سے محفوظ رکھنا۔ الوقایۃ خیر من العلاج کے اصول پر، جو شخص وساوس میں پڑے بغیر، اعتدال کے ساتھ ان طریقوں پر عمل کرتا ہے وہ شرعی طہارت بھی حاصل کرتا ہے اور صحت و صفائی کے دنیاوی فوائد بھی پاتا ہے۔

نتیجہ و خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ نجاست سے مراد وہ شرعی ناپاکی ہے جو نماز کی صحت میں مانع ہو، اس کی قسمیں غلیظہ و خفیفہ ہیں، اور اس سے پاک ہونے کے طریقے احادیث نے نہایت واضح اور آسان بیان کر دیے ہیں: پانی سے دھونا اصل طریقہ ہے، اس کے علاوہ مٹی سے مانجھنا، کھرچنا، زمین پر رگڑنا، زمین کا سوکھ جانا، دباغت اور ماہیت کی تبدیلی بھی تطہیر کے ذرائع ہیں۔ اسلامی تعلیمات کا حسن یہ ہے کہ ایک طرف پاکیزگی کی پوری تاکید ہے اور دوسری طرف وسوسوں و تنگی سے بچا کر اعتدال و سہولت کی راہ دکھائی گئی ہے، تاکہ ہر مسلمان آسانی سے طہارت حاصل کر کے اللہ کی عبادت کے قابل بن سکے۔

سوال نمبر2: تیمم کے احکام احادیث کی روشنی میں تحریر کریں(20نمبر)

سوال: تیمم کے احکام احادیث کی روشنی میں تحریر کریں۔

تعارف

تیمم اسلام کی عطا کردہ ان خصوصی سہولتوں میں سے ایک ہے جو اس امت کو پچھلی امتوں پر فضیلت کے طور پر ملی ہیں۔ جب پانی نہ ملے یا اس کا استعمال کسی بیماری یا نقصان کے سبب ممکن نہ ہو تو شریعت نے پاک مٹی سے تیمم کر کے نماز ادا کرنے کی اجازت دی ہے تاکہ مسلمان کسی حال میں بھی عبادت سے محروم نہ رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے صحیح بخاری و صحیح مسلم کی مشہور حدیث میں فرمایا کہ مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ میرے لیے ساری زمین مسجد اور پاک کرنے والی بنا دی گئی، پس میری امت کے جس شخص کو جہاں نماز کا وقت آ جائے وہ وہیں نماز پڑھ لے۔

تیمم کا یہ حکم قرآن مجید میں بھی مذکور ہے اور اس کے عملی طریقے و تفصیلات احادیث سے معلوم ہوتے ہیں۔ اس سوال میں تیمم کی تعریف و مشروعیت، اس کے اسباب و شرائط، ادائیگی کا سنت طریقہ، اس کے جائز ہونے کا دائرہ اور اسے توڑنے والے امور کو احادیث کی روشنی میں تفصیلاً بیان کیا جائے گا۔

تیمم کی تعریف، مشروعیت اور واقعہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ

تیمم کے لغوی معنی قصد و ارادے کے ہیں، اور شرعی اصطلاح میں پاک مٹی یا زمین کی جنس سے تعلق رکھنے والی چیز پر ہاتھ مار کر چہرے اور ہاتھوں کا مسح کرنے کو تیمم کہتے ہیں جو وضو اور غسل دونوں کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔ تیمم کی مشروعیت کا مشہور واقعہ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں مجھے غسل کی حاجت ہوئی اور پانی نہ ملا تو میں نے مٹی میں لوٹ پوٹ کر نماز پڑھ لی۔ جب نبی کریم ﷺ سے اس کا ذکر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارے لیے

اتنا ہی کافی تھا، اور اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مار کر ان میں پھونک ماری، پھر ان سے اپنے چہرے اور دونوں ہاتھوں کا مسح کیا۔ یہ واقعہ تیمم کے صحیح طریقے کی سب سے واضح اور مستند تصویر ہے۔

اسی طرح حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جو لوگوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھ رہا تھا؛ پوچھنے پر اس نے عرض کیا کہ اسے غسل کی حاجت ہے اور پانی نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم مٹی استعمال کرو، کیونکہ وہ تمہارے لیے کافی ہے۔ غزوہ ذات السلاسل میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے سخت سردی میں جان کے خوف سے تیمم کر کے فجر کی جماعت کرائی۔ نبی کریم ﷺ نے ان کے اس عمل کو برقرار رکھا، جس سے ثابت ہوا کہ سخت سردی و بیماری کی صورت میں بھی تیمم جائز ہے۔ تیمم کی یہ رخصت اللہ تعالیٰ کی اس رحمت کا مظہر ہے کہ اس نے اپنے بندوں پر تنگی نہیں چاہی جیسا کہ قرآن مجید میں بھی ارشاد ہوا ہے۔

تیمم کے اسباب و شرائط

تیمم کے جائز ہونے کا پہلا سبب پانی کا نہ ملنا ہے، چاہے سفر میں ہو یا حضر میں۔ فقہاء نے اس کے لیے پانی کی تلاش کی ممکن کوشش کو شرط قرار دیا ہے کہ آدمی اپنے ارد گرد پانی تلاش کرے، ساتھیوں سے پوچھے، پھر نہ ملے تو تیمم کرے۔ البتہ راستے کی سلامتی اور وقت کے فوت ہونے کا خدشہ بھی لحاظ میں رکھا جاتا ہے۔ دوسرا سبب پانی کے استعمال پر قدرت نہ ہونا ہے، مثلاً بیماری ایسی ہو کہ پانی استعمال کرنے سے بیماری بڑھنے یا شفا میں تاخیر کا غالب گمان ہو، یا زخموں پر پانی لگنا نقصان دہ ہو، یا سردی اتنی سخت ہو کہ غسل کرنے سے جان یا عضو کے تلف ہونے کا خوف ہو۔ تیسرا سبب پانی کا اتنا قلیل ہونا ہے کہ وہ پینے یا کھانا پکانے کی ضرورت کے لیے ہو اور اس کے استعمال سے زندگی کو خطرہ لاحق ہو۔

تیمم کی شرائط میں نیت سب سے اہم ہے، کیونکہ تیمم ایک عبادت ہے اور بغیر نیت کے مٹی کا مسح طہارت کا قائم مقام نہیں بنتا۔ نیت میں طہارت حاصل کرنے یا نماز جائز کرنے کا ارادہ ہونا چاہیے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ جس چیز سے تیمم کیا جائے وہ پاک ہو اور زمین کی جنس سے ہو، مثلاً مٹی، ریت، پتھر، کنکر اور غبار۔ تیسری شرط وقت کے داخل ہونے

اور عذر کے موجود ہونے کا تحقق ہے؛ عذر زائل ہوتے ہی تیمم کی رخصت ختم ہو جاتی ہے۔ چوتھی شرط طریقے کی درستی ہے جو سنت کے مطابق ادا کیا جائے، جس کی تفصیل آگے بیان ہوتی ہے۔

تیمم کا طریقہ اور اس کا دائرہ کار

تیمم کا سنت طریقہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی حدیث کی روشنی میں یہ ہے: نیت کر کے بسم اللہ کہے، پھر دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں پاک زمین یا مٹی پر ایک مرتبہ مارے، ان میں ہلکی پھونک مار کر اضافی مٹی جھاڑ دے، پھر ان سے پورے چہرے کا مسح کرے، پھر دوبارہ ہاتھ مار کر یا اسی کیفیت سے بائیں ہاتھ سے دائیں ہاتھ کا اور دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کا کہنیوں سمیت یا کف تک مسح کرے۔ اس میں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت مسح کرنے کی روایات بھی موجود ہیں اور فقہاء کے ہاں مکمل استیعاب یعنی پورے چہرے و ہاتھوں تک مٹی کا اثر پہنچانا مقصود ہے، جس کا احتیاطی طریقہ یہی ہے کہ کوئی حصہ مسح سے خالی نہ رہے۔ انگوٹھی وغیرہ کے نیچے کی جگہ تلاش کرنے کا بھی احتیاط کی جاتی ہے۔

تیمم کا دائرہ کار یہ ہے کہ اس سے وضو اور غسل دونوں کی جگہ نماز پڑھنا، قرآن کو ہاتھ لگانا اور تلاوت کرنا اور وہ تمام عبادات جائز ہو جاتی ہیں جو طہارت کے بغیر جائز نہیں۔ فقہاء کا اتفاق ہے کہ ایک تیمم سے ایک سے زیادہ نمازیں اور نوافل بھی ادا کیے جا سکتے ہیں جب تک تیمم باقی رہے۔ تیمم کو توڑنے والی چیزیں وہی ہیں جو وضو کو توڑتی ہیں، اس کے علاوہ پانی پر قدرت حاصل ہو جانے سے تیمم ختم ہو جاتا ہے: اگر نماز سے پہلے پانی مل جائے تو وضو کرنا لازم ہے، اور اگر نماز کے دوران یا بعد میں پانی ملے تو پڑھی گئی نماز کے بارے میں فقہاء کی تفصیلات موجود ہیں جن کا اصول یہ ہے کہ اللہ نے اس رخصت سے ادا کی گئی عبادت کو قبول فرما لیا ہوتا ہے۔ مرتد ہونے یا عذر کے بالکل زائل ہونے سے بھی تیمم باقی نہیں رہتا۔

تیمم کی حکمتیں اور عملی ہدایات

تیمم کی حکمتوں میں سب سے بڑی حکمت نماز کے تسلسل کو برقرار رکھنا ہے، کیونکہ نماز مومن کی زندگی کا محور ہے اور اسے کسی حالت میں ترک کرنا جائز نہیں۔ مٹی سے تیمم میں ایک لطیف تربیت بھی ہے کہ انسان جس مٹی سے پیدا ہوا ہے اسی کی طرف لوٹ کر اپنی عاجزی کا اقرار کرتا ہے۔ مزید یہ کہ مسافر، بیمار، قیدی اور مشکل حالات میں گھرے

انسان کے لیے یہ رخصت نفسیاتی و روحانی سہارا ہے کہ وہ پردیس و تکلیف میں بھی اپنے رب سے رابطہ برقرار رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اسے اپنی امت کی خصوصی فضیلتوں میں شمار فرمایا۔

عملی ہدایات یہ ہیں کہ تیمم کو معمول نہ بنایا جائے بلکہ پانی کی تلاش میں کوتاہی نہ کی جائے؛ پانی ملتے ہی اصل طہارت کی طرف لوٹ آئیں؛ تیمم کے لیے صاف ستھری مٹی یا دیواروں و فرش پر جمی غبار جیسی چیزیں بھی صحیح حالات میں استعمال کی جا سکتی ہیں؛ بیمار شخص اگر خود مسح نہ کر سکے تو دوسرا شخص اس کا تیمم کرا سکتا ہے؛ اور زخم پر پٹی بندھی ہو تو اس پر مسح کی گنجائش بھی فقہاء نے بیان کی ہے۔ ان ہدایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ تیمم تنگی کے بجائے دین کی وسعت و رحمت کا دروازہ ہے۔

نتیجہ و خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ تیمم احادیث سے ثابت شدہ شرعی طہارت ہے جو پانی کے فقدان یا اس کے استعمال سے عجز کی صورت میں وضو و غسل کا قائم مقام بن جاتی ہے۔ اس کا طریقہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی حدیث نے واضح کر دیا ہے، اس کی شرط نیت اور پاک مٹی ہے، اور پانی ملتے ہی یہ رخصت ختم ہو جاتی ہے۔ تیمم اس بات کی روشن دلیل ہے کہ اسلام نماز جیسی اہم عبادت کو کسی بھی حال میں متروک نہیں چاہتا اور اپنے متبعین کو ہر مشکل میں سہولت عطا فرما کر بندگی کے تسلسل کو برقرار رکھتا ہے۔

سوال نمبر 3: اوقات نماز کی تحدید احادیث کی روشنی میں واضح کریں (20 نمبر)

سوال: اوقات نماز کی تحدید احادیث کی روشنی میں واضح کریں۔

تعارف

نماز وقت کی پابندی کے ساتھ فرض کی گئی ہے؛ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ بے شک نماز مومنوں پر مقررہ اوقات میں فرض ہے۔ مگر اوقات کی عملی تحدید یعنی ہر نماز کا وقت کب شروع ہوتا ہے اور کب ختم ہوتا ہے، اس کی تفصیل احادیث نبویہ ہی سے معلوم ہوتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اوقات نماز نہ صرف قول سے بیان فرمائے بلکہ حضرت

جبریل علیہ السلام نے دو دن آپ ﷺ کی امامت کرا کے عملاً ہر نماز کے ابتدائی و آخری وقت کی مثال قائم کر دی۔ اسی لیے علماء اوقات نماز کی بحث میں ہمیشہ احادیث ہی کو بنیاد بناتے ہیں۔

اس سوال میں پانچوں نمازوں کے اوقات کی تحدید دو احادیث کی روشنی میں بیان کی جائے گی: ایک حدیث جبریل جو سنن ترمذی و ابی داؤد میں آئی ہے، اور دوسری حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کی روایت جو صحیح مسلم میں ہے۔ اس کے ساتھ اول وقت نماز پڑھنے کی فضیلت اور بلاوجہ تاخیر کی وعید بھی ذکر ہو گی، تاکہ موضوع کا علمی و عملی دونوں پہلو مکمل ہو جائیں۔

حدیث جبریل: اوقات کی عملی تحدید

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جبریل علیہ السلام نے بیت اللہ کے پاس دو مرتبہ میری امامت کی۔ پہلے دن انہوں نے ظہر اس وقت پڑھائی جب سایہ جوتے کے تسمے کے برابر ہو گیا، عصر اس وقت جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو گیا، مغرب اس وقت جب روزے دار روزہ افطار کرتا ہے یعنی سورج غروب ہوا، عشاء اس وقت جب شفق غائب ہو گئی، اور فجر اس وقت جب روشنی پھیل گئی اور روزے دار پر کھانا پینا حرام ہو جاتا ہے یعنی صبح صادق طلوع ہوئی۔ دوسرے دن ظہر اس وقت پڑھائی جب سایہ ایک مثل ہو گیا، عصر اس وقت جب سایہ دو مثل ہو گیا، مغرب اسی پہلے وقت پر، عشاء رات کے ایک تہائی گزرنے پر، اور فجر روشنی خوب پھیل جانے پر۔ پھر جبریل علیہ السلام نے فرمایا: اے محمد! یہ آپ سے پہلے انبیاء کے اوقات ہیں اور ہر نماز کا وقت ان دو اوقات کے درمیان ہے۔

اس حدیث نے ہر نماز کے وقت کا آغاز و انجام بیک وقت متعین کر دیا۔ معلوم ہوا کہ اکثر نمازوں کے وقت کی ایک رینج ہے جس کے اندر ادائیگی درست ہے، اگرچہ افضل اول وقت ہے۔ مغرب کا وقت دونوں دن ایک ہی بتایا گیا جس سے اس کے وقت کی تنگی کا اشارہ ملتا ہے، جب کہ عشاء و فجر میں وسعت رکھی گئی۔ یہ حدیث اصول فقہ میں اس بات کی بھی دلیل ہے کہ شریعت کے عملی احکام نبی کریم ﷺ کو وحی و تعلیم الٰہی سے سکھائے گئے تھے۔

صحیح مسلم کی روایت میں اوقات کی تفصیل

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے نمازوں کے اوقات پوچھے گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: فجر کا وقت جب تک سورج طلوع نہ ہو؛ ظہر کا وقت جب سورج ڈھل جائے یہاں تک کہ آدمی کا سایہ اس کے قد کے برابر ہو جائے جب تک عصر کا وقت نہ آ جائے؛ عصر کا وقت جب تک سورج زرد نہ پڑ جائے؛ مغرب کا وقت جب تک شفق غائب نہ ہو؛ اور عشاء کا وقت آدھی رات تک ہے۔ یہ حدیث صحیح مسلم میں ہے اور پانچوں اوقات کا جامع خلاصہ پیش کرتی ہے جس پر فقہاء نے اوقات کی بحث کی بنیاد رکھی ہے۔

ان حدود کی مزید تشریح دیگر احادیث سے ہوتی ہے۔ فجر کا وقت صبح صادق سے شروع ہو کر طلوع آفتاب پر ختم ہوتا ہے، اور رسول اللہ ﷺ فجر کو اندھیرے یعنی غلس میں پڑھنے کا معمول رکھتے تھے اگرچہ سورج نکلنے سے پہلے تک اس کا وقت باقی رہتا ہے۔ ظہر کا وقت زوال کے فوراً بعد شروع ہوتا ہے اور گرمی کے موسم میں اسے کچھ ٹھنڈا کر کے پڑھنے کی بھی ترغیب آئی ہے کہ گرمی کی شدت جہنم کی بھاپ سے ہے، اس لیے نماز کو ٹھنڈک میں مؤخر کر لو، البتہ یہ استحبابی تاخیر ہے، وقت کی آخری حد نہیں۔ عصر میں سایہ ایک مثل یا دو مثل ہونے کے اختلاف کی بنیاد بھی احادیث ہی ہیں، مگر سب کا اتفاق ہے کہ سورج کے زرد پڑ جانے کے بعد عصر میں تاخیر مکروہ ہے اور غروب کے قریب پڑھنے کو رسول اللہ ﷺ نے منافق کی نماز سے تعبیر فرمایا ہے۔

مغرب کا وقت غروب آفتاب سے شروع ہوتا ہے اور رسول اللہ ﷺ ہمیشہ اسے اول وقت میں ادا فرماتے تھے، یہاں تک کہ مدینہ میں آپ ﷺ مغرب پڑھ کر فارغ ہوتے تو لوگ تیر کے گرنے کی جگہ دیکھ لیا کرتے تھے۔ عشاء کا وقت شفق یعنی سرخی غائب ہونے سے شروع ہوتا ہے؛ شفق سے مراد سرخی ہے یا سفیدی، اس میں فقہی مسالک کا اختلاف روایات ہی کی مختلف تعبیر پر مبنی ہے۔ رسول اللہ ﷺ عشاء کو رات کے پہلے حصے میں کچھ تاخیر سے پسند فرماتے تھے مگر لوگوں کی تکلیف کی وجہ سے اول وقت میں بھی پڑھ لیتے تھے، اور آدھی رات تک اس کا وقت باقی رہنا صحیح مسلم کی روایت سے ثابت ہے۔ اس طرح ہر وقت کی تحدید سورج و روشنی کی ان فطری علامات سے جڑی ہے جو ہر زمانے و ہر خطے میں قابل مشاہدہ ہیں۔

جدول: پانچوں نمازوں کے اوقات کا خلاصہ (احادیث کی روشنی میں)

نماز	وقت کا آغاز	وقت کا اختتام
فجر	صبح صادق (فجر کی روشنی نمودار ہونا)	طلوع آفتاب
ظہر	زوالِ آفتاب (سورج کا ڈھلنا)	سایہ ڈیڑھ / دو مثل ہونے پر اختلاف؛ اصل حد عصر کے آغاز تک
عصر	ظہر کے وقت کے اختتام پر	غروب آفتاب (زرد پڑنے کے بعد تاخیر مکروہ)
مغرب	غروبِ آفتاب	شفق غائب ہونا
عشاء	شفق غائب ہونا	نصف شب (آدھی رات)

اول وقت کی فضیلت اور تاخیر کی تنبیہ

اوقات کی تحدید کے ساتھ احادیث نے ان اوقات میں نماز ادا کرنے کے آداب و فضائل بھی بیان کیے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کون سا عمل اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”نماز کو اس کے وقت پر پڑھنا۔“ یہ روایت صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہے اور بتاتی ہے کہ وقت کی پابندی نماز کی مقبولیت کی روح ہے۔ اس کے برعکس نماز کو قضا کرنے کے بارے میں سخت وعید آئی ہے کہ جس کی عصر کی نماز فوت ہو گئی گویا اس کا اہل و مال تباہ ہو گیا۔ بلا عذر نماز کو اس کے وقت سے نکال دینا کبیرہ گناہوں میں شمار کیا گیا ہے۔

البتہ شریعت نے چند صورتوں میں تاخیر یا تقدیم کی رخصت بھی دی ہے، مثلاً سفر و بارش میں دو نمازوں کو جمع کرنا، نیند یا بھول کی وجہ سے وقت نکل جائے تو یاد آتے ہی قضا پڑھنا، کیونکہ حدیث میں ہے کہ جو شخص نماز بھول جائے یا اس سے سو جائے تو اس کا کفارہ یہی ہے کہ جب یاد آئے پڑھ لے۔ اسی طرح جو شخص ایک رکعت وقت کے اندر پا لے اس نے وہ نماز وقت میں پالی جیسا کہ حدیث میں ارشاد ہوا کہ جس نے غروب سے پہلے عصر کی ایک رکعت پالی اس نے عصر پالی۔ یہ رخصتیں اس بات کی دلیل ہیں کہ اوقات کی تحدید سختی کے لیے نہیں بلکہ نظم و پابندی اور سہولت کے حسین امتزاج کے لیے ہے۔

نتیجہ وخلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ نمازوں کے اوقات کی تحدید احادیث نبویہ ہی سے ثابت ہے: حدیث جبریل نے ہر نماز کے اول و آخر وقت کی عملی مثال قائم کی اور صحیح مسلم کی روایت نے ان حدود کو جامع الفاظ میں بیان کر دیا۔ فجر صبح صادق سے طلوع آفتاب تک، ظہر زوال سے عصر کے آغاز تک، عصر غروب آفتاب تک، مغرب غروب سے شفق کے غائب ہونے تک اور عشاء آدھی رات تک ہے۔ مسلمان پر لازم ہے کہ وہ ان موقیت کی حفاظت کرے، نماز اول وقت میں ادا کرنے کو معمول بنائے، اور نیند یا بھول جیسے شرعی عذر کے بغیر کبھی نماز کو اس کے مقررہ وقت سے باہر نہ کرے۔

سوال نمبر 4: حدیث کی روشنی میں مسجد کے آداب تفصیلاً لکھیں (20 نمبر)

سوال: حدیث کی روشنی میں مسجد کے آداب تفصیلاً لکھیں۔

تعارف

مسجد اللہ کا گھر ہے، زمین کے سب سے محبوب مقامات میں سے ایک مقام ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کو سب سے محبوب جگہیں مسجدیں ہیں اور سب سے ناپسندیدہ جگہیں بازار ہیں۔ مسجد صرف نماز کی جگہ نہیں بلکہ ایمان، اخوت، علم و تبلیغ اور سماجی رابطے کا مرکز بھی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے مسجد کی حرمت کو برقرار رکھنے کے لیے اس کے تفصیلی آداب بیان فرمائے ہیں جن میں داخل ہونے سے لے کر بیٹھنے، نماز پڑھنے اور باہر نکلنے تک کی مکمل راہنمائی موجود ہے۔ ان آداب پر عمل مسجد کی رونق بھی بڑھاتا ہے اور نمازی کی عبادت کو یکسوئی و اجر بھی عطا کرتا ہے۔

اس سوال میں مسجد کے آداب کو احادیث کی روشنی میں ترتیب وار بیان کیا جائے گا: مسجد کی طرف چلنے کے آداب، داخل ہونے کی دعائیں و تحیۃ المسجد، مسجد میں بیٹھنے و نماز کے آداب، صفائی و پاکیزگی کا اہتمام، اور ان چیزوں کی ممانعت جن سے مسجد کی بے حرمتی یا نمازیوں کی تکلیف ہوتی ہے۔

مسجد آنے اور داخل ہونے کے آداب

مسجد کے آداب کا آغاز گھر ہی سے ہوتا ہے: مسلمان وضو کر کے صاف ستھرا لباس پہنے اور بن سنور کر مسجد جائے، کیونکہ قرآن مجید نے بھی ہر نماز کے وقت زینت اختیار کرنے کا حکم دیا ہے اور نبی کریم ﷺ کی سنت بھی یہی تھی۔ مسجد کی طرف قدم اٹھانے پر بھی اجر بیان ہوا ہے؛ صحیح بخاری و مسلم کی روایت ہے کہ جو شخص صبح یا شام مسجد جاتا ہے اللہ اس کے لیے جنت میں مہمانی تیار کرتا ہے، اور ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ انسان کے ہر قدم پر ایک درجہ بلند ہوتا ہے اور ایک گناہ مٹتا ہے۔ راستے میں سکون و وقار سے چلنا چاہیے؛ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب نماز کی اقامت کی آواز سنو تو وقار و اطمینان کے ساتھ چلو، دوڑو نہیں، جو ملے پڑھ لو اور جو فوت ہو جائے اسے پورا کر لو۔

مسجد میں داخل ہوتے وقت دایاں پاؤں پہلے رکھنا اور یہ دعا پڑھنا سنت ہے: "اللّٰهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ" یعنی اے اللہ! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے، اور نکلتے وقت بایاں پاؤں پہلے رکھ کر یہ دعا پڑھے: "اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ" یعنی اے اللہ! میں تجھ سے تیرے فضل کا سوال کرتا ہوں۔ داخل ہونے کے بعد بیٹھنے سے پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھنا مسجد کا حق ادا کرنا ہے۔ صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت پڑھے۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے واقعے میں آپ ﷺ نے خطبے کے دوران بھی ایک آنے والے کو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت پڑھنے کا حکم دیا، جس سے اس سنت کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔

مسجد کے اندر کے آداب و آداب نماز وصف

مسجد کے اندر بلند آواز سے باتیں کرنا، ہنسنا کھیلنا اور دنیاوی معاملات میں مشغول ہونا مسجد کی حرمت کے خلاف ہے، البتہ ضرورت کی گفتگو جائز ہے جیسا کہ خود رسول اللہ ﷺ مسجد میں صحابہ سے دینی و سماجی باتیں فرمایا کرتے تھے۔ نماز کی صفوں کو سیدھا کرنا بھی مسجد کے بڑے آداب میں سے ہے؛ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اپنی صفیں برابر کرو، کیونکہ صف کا برابر کرنا نماز کی تکمیل میں سے ہے، اور کندھے سے کندھا و قدم سے قدم ملانے کی ترغیب دی۔ اگلی صفوں کی فضیلت بیان فرمائی کہ اگر لوگ اذان و پہلی صف کا اجر جانتے تو اس کے لیے قرعہ اندازی کرتے۔ کندھوں پر سے پھلانگ کر آگے جانا منع فرمایا گیا اور جمعے کے دن کسی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر خود بیٹھنے سے بھی روکا گیا ہے۔

مسجد میں سکون وخاموشی سے بیٹھنا، نماز کا انتظار کرنا اور ذکر و تلاوت میں مشغول رہنا مستحب ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی جب تک اپنی نماز کی جگہ پر نماز کے انتظار میں بیٹھا رہتا ہے وہ نماز ہی میں شمار ہوتا ہے اور فرشتے اس کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے اللہ اسے بخش دے، اے اللہ اس پر رحم فرما، بشرطیکہ وہ وضو نہ توڑے اور کسی کو ایذا نہ دے۔ مسجد میں تلاوت قرآن اور علم کی مجلس کی بڑی فضیلت آئی ہے کہ جو قوم اللہ کے گھر میں اس کی کتاب کی تلاوت و تدریس کے لیے جمع ہوتی ہے ان پر سکینہ نازل ہوتی ہے، رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں۔

صفائی، خوشبو اور تکلیف سے بچاؤ کے آداب

مسجد کی صفائی کا خاص اہتمام سنت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں تھوکنے کو گناہ قرار دیا اور اس کا کفارہ اسے دفن کرنا یعنی صاف کر دینا بتایا؛ ایک موقع پر آپ ﷺ نے قبلے کی طرف لگا تھوک خود اپنے دست مبارک سے صاف کیا اور ناراضگی کا اظہار فرمایا کہ جب کوئی نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو اپنے رب سے مناجات کرتا ہے۔ اس کے برعکس مسجد کی صفائی کرنے والوں کی فضیلت بھی آئی؛ اس حبشی شخص یا عورت کا واقعہ مشہور ہے جو مسجد نبوی کی صفائی کیا کرتا تھا، اس کی وفات پر رسول اللہ ﷺ نے اس کی قبر پر جا کر نماز جنازہ پڑھی۔ مسجدوں کو خوشبو سے معطر رکھنا بھی پسندیدہ عمل ہے اور مساجد کی تعمیر و آبادکاری کو ایمان کی علامت قرار دیا گیا ہے کہ جو شخص اللہ کے لیے مسجد بناتا ہے اللہ اس کے لیے جنت میں گھر بناتا ہے۔

دوسروں کو تکلیف سے بچانا مسجد کے آداب کا نہایت اہم حصہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کچی لہسن، پیاز یا اس جیسی بدبودار چیز کھائی ہو وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے، کیونکہ فرشتوں کو بھی اس چیز سے تکلیف ہوتی ہے جس سے انسانوں کو ہوتی ہے۔ اس حکم سے اصول نکلتا ہے کہ ہر ایسی چیز جس سے نمازیوں کو تکلیف ہو، مثلاً بدبو، شور یا موبائل فون کی گھنٹی، مسجد میں نہیں ہونی چاہیے۔ اسی طرح مسجد میں خرید و فروخت اور گم شدہ چیز کے اعلان سے منع فرمایا گیا ہے؛ اگر کوئی مسجد میں گمشدگی کا اعلان کرے تو اسے کہا جائے کہ اللہ تمہیں وہ چیز نہ لوٹائے، کیونکہ مسجدیں اس کام کے لیے نہیں بنائی گئیں۔ ہتھیار لے کر مسجد سے گزرنے والے کو اس کے پھل کو پکڑ کر رکھنے کا حکم دیا گیا تاکہ کسی مسلمان کو نقصان نہ پہنچے۔

نتیجہ وخلاصہ

حاصل کلام یہ ہے کہ احادیث نے مسجد کے آداب کا مکمل نظام پیش کیا ہے: وضو وصفائی کے ساتھ وقار سے آنا، دایاں پاؤں رکھ کر رحمت کی دعا پڑھنا، بیٹھنے سے پہلے تحیۃ المسجد ادا کرنا، صفیں سیدھی رکھنا، خاموشی وسکون اختیار کرنا، مسجد کو صاف ومعطر رکھنا، بدبو وشور سے پرہیز کرنا اور خرید وفروخت وبے مقصد باتوں سے بچنا۔ جو مسلمان ان آداب کا اہتمام کرتا ہے اس کی عبادت بھی درست ہوتی ہے، لوگوں کو اس سے سکون بھی ملتا ہے اور مسجد حقیقی معنوں میں اللہ کا گھر بن کر ایمان واخوت کا مرکز ثابت ہوتی ہے۔ ہر نمازی کو چاہیے کہ مسجد میں داخل ہوتے ہوئے خود کو اللہ کا مہمان سمجھے اور مہمان داری کے آداب اسی شان سے نبھائے۔

سوال نمبر 5: حدیث کی روشنی میں نماز میں قرأت پر تفصیلی نوٹ تحریر کریں (20 نمبر)

سوال: حدیث کی روشنی میں نماز میں قرأت پر تفصیلی نوٹ تحریر کریں۔

تعارف

قرأت یعنی نماز میں قرآن مجید کی تلاوت نماز کے ارکان میں سے ایک عظیم رکن ہے۔ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز ہی مکمل نہیں ہوتی، جیسا کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ اس شخص کی نماز نہیں جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے۔ نماز میں قرأت کا طریقہ، اس کی مقدار، سری وجہری نمازوں میں اس کا انداز، امام ومقتدی کے الگ الگ احکام اور تلاوت کے آداب، یہ سب امور احادیث نبویہ سے وضاحت سے ثابت ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی نماز کا وصف "میری نماز جیسی نماز پڑھو" کے اصول پر احادیث میں اس قدر محفوظ ہے کہ قرأت کی جزئیات تک ہم تک پہنچی ہیں۔

اس نوٹ میں قرأت کے درج ذیل پہلو بیان کیے جائیں گے: سورہ فاتحہ کی فرضیت وفضیلت، فاتحہ کے بعد سورت ملانے کی سنت، امام کے پیچھے مقتدی کی قرأت کا مسئلہ، لمبی و مختصر قرأت کے بارے میں نبوی معمول اور امام کو تخفیف کا حکم، اور نماز میں تلاوت کے آداب وخشوع۔

سورہ فاتحہ کی فرضیت وفضیلت

سورہ فاتحہ نماز کی قرأت کی بنیاد ہے۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری و صحیح مسلم میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اس شخص کی نماز نہیں جو ام الکتاب یعنی سورہ فاتحہ نہ پڑھے۔" اس حدیث کی بنیاد پر جمہور فقہاء نے سورہ فاتحہ کو نماز کا رکن یا واجب ترین جز قرار دیا ہے۔ اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث قدسی مروی ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے اور میرے بندے کے لیے وہ ہے جو وہ مانگے۔ جب بندہ کہتا ہے "الحمد للہ رب العالمین" تو اللہ فرماتا ہے: میرے بندے نے میری حمد کی؛ جب کہتا ہے "الرحمن الرحیم" تو اللہ فرماتا ہے: میرے بندے نے میری تعریف کی؛ یوں فاتحہ کی ہر آیت پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملتا ہے، یہاں تک کہ جب بندہ کہتا ہے "اہدنا الصراط المستقیم" تو اللہ فرماتا ہے: یہ میرے بندے کے لیے ہے اور میرے بندے کے لیے وہی ہے جو اس نے مانگا۔

فاتحہ کی اس غیر معمولی عظمت کی وجہ یہ ہے کہ اس میں حمد و ثنا، توحید، قیامت کا اقرار، عبادت و استعانت کا عہد اور ہدایت کی جامع دعا سب کچھ جمع ہے۔ اسی لیے اسے ام القرآن، السبع المثانی اور شفا جیسے نام دیے گئے۔ فاتحہ کے آخر پر آمین کہنا بھی سنت ہے؛ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو، کیونکہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہو گئی اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ نماز میں فاتحہ آہستہ، ٹھہر ٹھہر کر اور آیات پر وقف کر کے پڑھنا حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی بیان کردہ نبوی قرأت کی کیفیت ہے۔

فاتحہ کے بعد سورت ملانا اور نبوی قرأت کی مقدار

سورہ فاتحہ کے بعد قرآن میں سے جو آسان ہو پڑھنا بھی احادیث سے ثابت ہے۔ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فاتحہ کے بعد قرآن میں سے جو تم پر آسان ہو وہ پڑھو۔ نمازوں میں نبی کریم ﷺ کی قرأت کی مقدار مختلف نمازوں کے اعتبار سے الگ الگ منقول ہے: فجر کی نماز میں لمبی سورتیں یعنی طوال مفصل، جیسے سورہ ق، سورہ طور، سورہ مؤمنون اور بعض اوقات سورہ بقرہ کی آیات پڑھنا ثابت ہے؛ ظہر و عصر میں اوساط مفصل؛ مغرب میں عموماً قصار مفصل، اگرچہ کبھی سورہ

طور و اعراف کا پڑھنا بھی روایت ہوا؛ عشاء میں متوسط سورتیں جیسے سورہ شمس و لیل پڑھنے کی وصیت آپ ﷺ نے خود فرمائی۔ جمعہ کے دن فجر میں سورہ سجدہ و دہر، اور جمعہ و عیدین میں سورہ اعلیٰ و غاشیہ پڑھنا سنت معمول رہا۔

قرأت میں ترتیل یعنی ٹھہر ٹھہر کر واضح پڑھنا مطلوب ہے اور نماز میں جلدی جلدی بغیر سمجھے پڑھنے کو پسند نہیں کیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ کی قرأت مدّ کے ساتھ حرف حرف واضح ہوتی تھی۔ اسی طرح رکوع و سجود سے پہلے قرأت کو پورا کرنا اور امام کا مقتدیوں کی رعایت رکھنا ضروری ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب تم میں سے کوئی لوگوں کی امامت کرے تو تخفیف کرے، کیونکہ ان میں بوڑھا، کمزور اور ضرورت مند بھی ہوتا ہے، اور جب اکیلا پڑھے تو جتنا چاہے لمبا کرے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے واقعے میں لمبی قرأت پر ایک شخص کے الگ ہو جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے دو مرتبہ فرمایا: ”اے معاذ! کیا تم فتنہ کھڑا کرنے والے ہو؟“ اور انہیں سورہ اعلیٰ و لیل جیسی معتدل سورتوں کی ہدایت فرمائی۔

امام کے پیچھے قرأت اور سری و جہری کا مسئلہ

جہری نمازوں یعنی فجر، مغرب و عشاء کی پہلی دو رکعتوں اور جمعہ و عیدین میں امام بلند آواز سے قرأت کرتا ہے اور مقتدی خاموشی سے سنتا ہے، کیونکہ قرآن مجید کا حکم ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے تو اسے سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ سری نمازوں یعنی ظہر و عصر میں امام و مقتدی دونوں آہستہ قرأت کرتے ہیں۔ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کے مسئلے میں صحابہ و فقہاء کے درمیان ابتدا ہی سے بحث رہی ہے: ایک طرف حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی وہ روایت ہے جس میں آپ ﷺ نے فجر کی نماز کے بعد پوچھا کہ شاید تم اپنے امام کے پیچھے پڑھتے ہو؛ صحابہ نے کہا جی ہاں، تو فرمایا: فاتحہ کے سوا نہ پڑھا کرو، کیونکہ فاتحہ پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ دوسری طرف حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ جس کا امام ہو تو امام کی قرأت اس کے لیے قرأت ہے، اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں سورہ فاتحہ کے پیچھے سکوت کی صورتیں بھی منقول ہیں۔

فقہی مسالک نے انہی روایات کی روشنی میں اپنے اپنے موقف ترتیب دیے ہیں: احناف کے نزدیک مقتدی امام کے پیچھے کوئی قرأت نہیں کرتا کیونکہ امام کی قرأت اس کی طرف سے کافی ہے؛ شوافع کے نزدیک فاتحہ پڑھنا مقتدی پر بھی ضروری ہے؛ مالکیہ و حنابلہ کے ہاں سکوت کے وقفوں میں پڑھنے یا سری نمازوں میں پڑھنے کی تفصیلات ہیں۔

طالب علم کے لیے اہم بات یہ ہے کہ یہ اختلاف روایات کے جمع و تطبیق کا علمی اختلاف ہے، اصل مقصود نماز میں قرآن سے وابستگی اور خشوع ہے۔ دونوں فریق اس پر متفق ہیں کہ قرآن کی تلاوت و سماعت نماز کی روح ہے اور اس سے غفلت کسی صورت جائز نہیں۔

نماز میں قرأت کے آداب و روحانی اثرات

نماز میں قرأت کے آداب میں سب سے پہلا ادب یہ ہے کہ تلاوت تدبر و توجہ کے ساتھ ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن اسی لیے نازل فرمایا کہ لوگ اس کی آیات میں غور کریں۔ نبی کریم ﷺ جب رحمت کی آیت پڑھتے تو اللہ سے اس کا سوال کرتے اور عذاب کی آیت پر پناہ مانگتے، جیسا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی نماز کا وصف بیان کیا ہے۔ دوسرا ادب آواز کی خوبصورتی و اعتدال ہے؛ آپ ﷺ نے فرمایا کہ قرآن کو اپنی آوازوں سے مزین کرو، مگر آواز اتنی بلند بھی نہ ہو کہ دوسروں کی نماز خراب ہو، جس پر مجلسوں و مسجدوں میں تنبیہ فرمائی گئی۔ تیسرا ادب یہ کہ قرأت میں ریا و دکھاوا نہ ہو، کیونکہ خوش الحانی اگر شہرت کے لیے ہو تو اجر ضائع ہو جاتا ہے۔

قرأت کے روحانی اثرات یہ ہیں کہ نماز میں کھڑے ہو کر تلاوت کرنے والا گویا اپنے رب سے مناجات کرتا ہے، اور حدیث قدسی کی رو سے فاتحہ کی ہر آیت پر اسے جواب بھی ملتا ہے۔ قیام اللیل میں لمبی قرأت کرنے والوں کی بڑی فضیلت آئی ہے کہ جو شخص سو آیات پڑھ کر کھڑا ہو وہ غافلوں میں نہیں لکھا جاتا اور جو ہزار آیات پڑھے وہ اجر جمع کرنے والوں میں لکھا جاتا ہے۔ اس طرح نماز و قرأت کا تعلق باہم لازم و ملزوم ہے: قرأت نماز کو روح دیتی ہے اور نماز قرأت کو سب سے افضل مقام عطا کرتی ہے۔

نتیجہ و خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ نماز میں قرأت کا مدار سورہ فاتحہ پر ہے جس کے بغیر نماز نہیں ہوتی، اس کے بعد سورت ملانا سنت ہے جس کی مقدار نماز اور حالات کے مطابق نبوی معمول سے ثابت ہے۔ امام کے لیے جہری و سری قرأت کے ضوابط مقرر ہیں، مقتدی کے لیے مسلکی تفصیلات کے ساتھ خاموشی و سماعت کی تاکید ہے، اور امام پر لازم ہے کہ مقتدیوں کی رعایت میں تخفیف کرے۔ تلاوت کو ترتیل، تدبر اور اخلاص کے ساتھ ادا کرنا ہی قرأت کا اصل ادب ہے، کیونکہ نماز میں قرآن پڑھنا بندے کی اپنے رب سے سب سے براہ راست گفتگو ہے۔